پاکستان کا مستقبل

از

سیدنا حضرت میرزا بشیر الدین محمود احمد
خلیفۃ المسیح الثانی

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ
بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ
خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ ۔ ھُوَالنَّاصِرُ

پاکستان کا مستقبل
نباتی، زرعی، حیوانی اور معنوی دولت کے لحاظ سے

میں نے ۷؍تاریخ کو مینارڈ ہال میں اس مضمون پر ایک تقریر کی تھی چونکہ وقت کم تھا اور مضمون زیادہ اس کے کئی حصے بیان کرنے سے رہ گئے تھے اور کئی کھول کر بیان نہ ہو سکے۔ چونکہ سننے اور پڑھنے میں فرق ہوتا ہے پڑھتے وقت انسان زیادہ غور سے کام لے سکتا ہے اور مختصر اشاروں کو بھی سمجھ سکتا ہے اس لئے میں مناسب سمجھتا ہوں کہ اپنی لکھی ہوئی مختصر یادداشت کو شائع کر دوں تا کہ مضمون کا ایک مکمل نقشہ بھی ذہن میں آ جائے اور یادداشت کے طور پر بھی ان لوگوں کے ہاتھ میں رہے جو اس میں بیان کردہ مضامین پر مزید غور کرنا چاہتے ہیں۔

پاکستان کا مستقبل بحیثیت نباتی دولت کے

ملک کی حفاظت اور اس کی ترقی کے لئے سوختنی اور تعمیری لکڑی کا وجود نہایت ضروری ہے۔ سوختنی لکڑی کوئلے کا بھی کام دے سکتی ہے۔ پُرانے زمانہ کے تمام بڑے شہروں کے اِردگرد سوختنی لکڑی کے رکھ بنائے جاتے تھے جہاں سے شہروں کو لکڑی مہیا کی جاتی تھی اور قصبات میں زمینداروں کے ذمہ لگایا جاتا تھا کہ وہ درخت لگائیں اور انہیں چھوٹے درخت کاٹنے کی اجازت نہیں ہوتی تھی تا کہ لکڑی ضائع نہ ہو۔ ہر گاؤں میں اتنے درخت بوئے جاتے تھے کہ اس گاؤں کی سوختنی اور تعمیری ضرورتیں ان سے پوری ہو سکتی تھیں۔ انگریز چونکہ ایک صنعتی ملک کے رہنے والے ہیں ان کی حکومت کے زمانہ میں دیہات کی

اقتصادی اور تمدنی حالت کی طرف توجہ کم ہوگئی اور شہروں کی طرف توجہ بڑھ گئی اس لئے پرانا نظام قائم نہ رہ سکا اور درخت کٹتے کٹتے گاؤں ننگے ہوئے اور مسلمان بھی ہندوؤں کی نقل میں جانور کا گوبر چولہوں میں جلانے لگے حالانکہ گوبر کا جلانا صفائی کے لحاظ سے بھی اور زراعتی لحاظ سے بھی نہایت مضر ہے۔ بائبل میں یہودیوں کی سزا کے متعلق آتا ہے کہ تم انسان کے پاخانہ سے روٹی پکا کر کھاؤ گے[1] گو یہاں انسانی پاخانہ کا ذکر ہے مگر جانور کا پاخانہ بھی تو گندی شے ہے خواہ نسبتاً کم ہو اور اس سے روٹی پکانی بھی یقیناً ایک سزا ہے۔ اس حوالہ کے مطابق گوبر کا چولہوں میں استعمال خدائی سزا اور قوم کی ذلّت کی علامت ہے۔ پس مسلمانوں کو اس سے بچنا چاہئے تھا مگر دیہاتی اقتصادی حالت کے خراب ہو جانے کی وجہ سے وہ بھی مجبور ہو کر ہندوؤں کے پیچھے چل پڑے جو گائے کے گوبر کو متبرک خیال کرتے ہیں اور اسے چولھے میں جلانا تو الگ رہا کھانے کی چیزوں میں ملانے سے بھی دریغ نہیں کرتے۔ پاکستانی حکومت کا فرض ہے کہ وہ ایسا انتظام کرے کہ سوختنی لکڑی کثرت سے تمام دیہات اور قصبات میں مل سکے اتنی کثرت سے کہ زمینداروں کو جلانے کے لئے اوپلوں کی ضرورت پیش نہ آئے۔ میرے نزدیک پاکستانی حکومت کو پانچ پانچ چھ چھ گاؤں کا ایک یونٹ بنا کر ان کی ایک پنچایت بنا دینی چاہئے جو اقتصادی اور صحت انسانی کے قیام کی ضرورتوں کے مہیا کرنے کی ذمہ دار ہو۔ ان گاؤں کے درمیان میں ایک حصہ درختوں کے لگانے کے لئے مخصوص کر دیا جائے یہ درخت تعمیری کاموں کے لئے مخصوص ہوں۔ اس کے علاوہ ہر گاؤں میں چراگاہوں کی حفاظت ان کے سپرد ہو۔ جہاں چراگاہیں ہیں وہ ان پنچایتوں کے سپرد کی جائیں اور جہاں نہیں ہیں حکومت خود چراگاہیں بنا کر ان پنچایتوں کے سپرد کرے اور ہر گاؤں میں حکومت اتنے درخت سوختنی لکڑی کے لگوائے جو اس گاؤں کی ضرورت کو پورا کر سکیں اور ان پنچایتوں کا فرض ہو کہ وہ دیکھتی رہیں کہ ہر گاؤں مقررہ تعداد میں درخت کو لگاتا رہتا ہے۔ اگر یہ انتظام جاری کیا جائے تو یقیناً سوختنی لکڑی کا سوال حل ہو جائے گا اور گوبر کھاد کے لئے بچ جائے گا جس سے ملک کی زراعت کو بھی فائدہ پہنچے گا۔ ہر ایسے قصبہ کے لئے جس کی آبادی دس ہزار سے زیادہ ہو قصبہ سے کچھ فاصلہ پر ڈسٹرکٹ بورڈوں کی نگرانی میں سوختنی لکڑی کی رکھیں بنوانی چاہئیں بلکہ میرے نزدیک تو جس طرح

ڈسٹرکٹ بورڈ مقرر ہیں اسی طرح ہر ضلع میں اس کی میونسپل کمیٹیوں کا ایک مشترکہ بورڈ ہونا چاہئے جس کے سپرد اس قسم کے رفاہِ عام کے کاموں کی نگرانی ہو اس طرح میونسپل کمیٹیوں کے کاموں میں ہم آہنگی بھی پیدا ہو جائے گی اور باہمی تعاون سے ترقی کے نئے راستے بھی نکلتے جائیں گے۔ پچاس ہزار سے اوپر کے جو شہر ہوں ان کے لئے سوختنی لکڑی کے رکھ بنانا صوبہ داری حکومت کا فرض ہو۔ ان شہروں کے لئے شہر کے ایسی طرف زمین حاصل کر کے جس طرف شہر کے بڑھاؤ کا رُخ نہ ہو دو تین میل فاصلہ پر سوختنی لکڑی کی رکھیں بنا دینی چاہئیں جہاں سے شہر میں لکڑی سپلائی ہوتی رہے۔ پچاس ہزار آدمی کی آبادی یا اس سے زیادہ کے شہروں کے لئے جتنی سوختنی لکڑی کی ضرورت ہوتی ہے اُس کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ ایک اقتصادی یونٹ ہوگا اور حکومت کو اس نظام میں کوئی مالی نقصان نہیں ہوگا بلکہ نفع ہی ہوگا۔ اس انتظام کے علاوہ مرکزی حکومت کے انتظام کے ماتحت بعض بڑے بڑے رکھ بنانے چاہئیں تا ضرورت کے موقع پر ملک کو سوختنی لکڑی مہیا کی جاسکے اور اگر کسی وقت کوئلہ کی کمی ہو تو کارخانے اس لکڑی کے ذریعہ سے چلائے جاسکیں۔ دوسرے ڈسٹرکٹوڈ سٹیلیشن (Destructive Distillation) کے ذریعہ بہت سارے کیمیائی اجزاء ملک کے استعمال اور بیرونی دساور[۲] کے لئے پیدا کئے جاسکتے ہیں۔ ڈسٹرکٹوڈ سٹیلیشن زیادہ تر سخت لکڑی سے کیا جاتا ہے جیسے کیکر، شیشم، پھلائی وغیرہ اس ذریعہ سے سپرٹ بھی پیدا کیا جاسکتا ہے جو جنگی ضرورتوں کے بھی کام آئے گا اور کئی کیمیاوی کارخانوں میں بھی استعمال ہوگا۔ اس کے علاوہ ایسی ٹون، ایسٹک ایسڈ اور فارمیلڈی ہائیڈ بھی اس سے بنائے جاسکتے ہیں۔ اوّل الذکر بارود کے بنانے میں کام آتا ہے اور آخر الذکر پلاسٹک کے بنانے میں کام آتا ہے۔ شیشم اور کیکر کا درخت بہت حد تک تعمیری ضرورتوں کو بھی پورا کر سکتے ہیں۔ آجکل تعمیری ضرورتوں کے لئے زیادہ تر دیودار کی قسم کی لکڑیاں استعمال ہوتی ہیں جیسے دیار، کیل، بڑتل اور چیل یہ لکڑیاں پہاڑوں پر ہوتی ہیں۔ پہلے کشمیر، چنبہ اور منڈی سے یہ مہیا کی جاتی تھیں۔ ریلوں کی لائنیں بنانے میں یہی لکڑی کام دیتی تھی کیونکہ ریل پر بچھائی جانے والی شہتیریاں ہر وقت ننگی رہتی ہیں اور اُن پر بارش کا پانی پڑتا ہے عام لکڑی زیادہ دیر تک گیلی رہنے سے خراب ہو جاتی ہے۔ دیار کی یہ خصوصیت ہے کہ وہ گیلے ہونے سے خراب نہیں ہوتی ان

لکڑیوں کو بعض ادویہ سے اِس قابل بنایا جاتا ہے کہ ان کو کیڑا نہ لگ سکے اور پھر ریل کی پٹڑی میں استعمال کیا جاتا ہے۔ اسی طرح اچھی عمارتوں کی تعمیر میں بھی یہ کام آتی ہے۔ یہ لکڑی چنبہ اور منڈی کے ہندوستان میں چلے جانے کی وجہ سے اور کشمیر کی حالت مشتبہہ ہو جانے کی وجہ سے اب پاکستان کو نہیں مل سکے گی صرف مری اور ہزارہ سے کچھ لکڑی پاکستان کو مل سکے گی مگر اس کی ضرورتوں کے لئے کافی نہیں۔ اس لکڑی کے مہیا کرنے کے لئے پاکستان کو کچھ اور علاقے تلاش کرنے ہوں گے۔ پاکستان کے ملحقہ علاقوں میں سے چترال اور بالائے سوات کے علاقہ میں یہ لکڑیاں بڑی کثرت سے پائی جاتی ہیں اور بعض بعض حصوں میں تو ہزار ہزار سال کے پرانے درخت پائے جاتے ہیں جن کی قیمت عمارتی لحاظ سے بہت ہی زیادہ ہوتی ہے مگر مشکل یہ ہے کہ ان علاقوں سے لکڑی پاکستان میں پہنچائی نہیں جا سکتی۔ چترال سے صرف ایک دریائی رستہ پاکستان کی طرف آتا ہے اور وہ حکومت کابل میں سے گزرتا ہے اُس کے سوا کوئی دریائی رستہ نہیں خشکی کے رستہ ان لکڑیوں کا پہنچانا بالکل ناممکن ہے۔ دریائے کابل کے ذریعہ سے اس لکڑی کے لانے میں بہت سی سیاسی اور اقتصادی دِقتیں ہوں گی۔ اگر ریاست کابل اجازت بھی دیدے تو لکڑی کا محفوظ پہنچنا نہایت ہی دشوار ہوگا۔ اِسی طرح بالائے سوات کی لکڑی کا پہنچنا اور بھی زیادہ مشکل ہے مگر بہرحال فوری ضرورت کو پورا کرنے کے لئے پاکستان کو کچھ معاہدوں کے ذریعہ سے اس دِقت کو دور کرنا چاہئے اور ساتھ ہی اس بات کی سروے کرانی چاہئے کہ کچھ پہاڑی کو ملا کر کیا کوئی ایسا نالہ نہیں نکالا جا سکتا جو کہ چترال اور بالائے سوات سے براہِ راست پاکستان میں داخل کیا جا سکے اگر ایسا ہو سکے تو یہ ضرورت پوری ہو جائے گی لیکن اس کے علاوہ جنگلات کے ماہروں کو اس بات کے لئے ہدایت ملنی چاہئے کہ وہ درختوں کی مختلف اقسام پر غور کر کے ایسی اقسام معلوم کریں جو پاکستان کی آب و ہوا میں اُگائے جا سکیں اور عمارتوں کی تعمیر اور جہازوں کی ساخت اور ریلوں کی پٹڑیاں بنانے کے کام میں استعمال کئے جا سکیں۔

نرم لکڑی نرم لکڑی کی ایک قسم بہت ہی نرم ہوتی ہے ان لکڑیوں سے دیا سلائی کی تیلیاں بنائی جاتی ہیں اِس وقت تک یہ لکڑیاں انڈیمان اور نکوبار سے آتی تھیں مگر دریافت سے معلوم ہوا ہے کہ بلوچستان میں بھی ایک اس قسم کا درخت پایا جاتا ہے جس کی لکڑی

سے دیا سلائی کی تیلیاں بن سکتی ہیں اور یہ درخت اتنی مقدار میں پائے جاتے ہیں کہ اگر ان سے دیا سلائی کی تیلیاں بنائی جائیں تو نہ صرف پاکستان بلکہ سارے ہندوستان کی ضرورتیں اس سے پوری ہوسکتی ہیں۔ ضرورت ہے کہ ایسا کارخانہ بنایا جائے جو بلوچستان میں یہ تیلیاں بنا کر دیا سلائی کے کارخانوں کے پاس فروخت کرے اور یہ صنعت جس کی سب سے بڑی مشکل ان تیلیوں کا مہیا ہونا ہے پاکستان میں فروغ پا سکے۔ لکڑی کی کمی کو مدنظر رکھتے ہوئے پاکستان میں فوراً پلاسٹک کے کارخانے جاری کرنے کی کوشش کرنی چاہئے مگر چونکہ یہ سوال میری تقریر کے زراعتی حصہ کے ساتھ متعلق ہے میں اس کا ذکر آگے چل کر کروں گا۔

جڑی بوٹیاں

نباتی دولت کا ایک بڑا اجزو جڑی بوٹیاں بھی ہوتی ہیں۔ شمالی جڑی بوٹیاں کشمیر، چنبہ، چترال، صوبہ سرحد اور بلوچستان میں ملتی ہیں۔ کشمیر کا سوال مشتبہ ہے اور چنبہ قطعی طور پر انڈین یونین میں شامل ہو چکا ہے اس لئے پاکستان میں جڑی بوٹیاں چترال، صوبہ سرحد اور بلوچستان میں سے جمع کی جاسکتی ہیں اور پاکستان کی خوش قسمتی سے ان تینوں علاقوں میں کافی جڑی بوٹیاں پائی جاتی ہیں بلکہ بعض جڑی بوٹیاں ایسی نادر ہیں کہ دنیا کے بعض دوسرے حصوں میں نہیں ملتیں۔ بلوچستان کی جڑی بوٹیوں کی یہ بھی خصوصیت ہے کہ اُن میں الکلائیڈ جو کہ دواؤں کا فعال جزو ہوتا ہے دوسرے علاقوں کی نسبت زیادہ پائے جاتے ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ بلوچستان میں بارشیں کم ہوتی ہیں۔ جڑی بوٹیوں سے بہت سی اَدویہ اور کیمیاوی اجزاء تیار کئے جاتے ہیں ابھی تک ہندوستان کی جڑی بوٹیاں کامل سائنٹیفک تحقیقات سے محروم ہیں اور ہزاروں ہزار مفید اَدویہ اور کیمیاوی اجزاء اُن میں مخفی پڑے ہوئے ہیں۔ یورپ کے لوگ قدرتی طور پر اُن ادویہ کی تحقیق کرتے ہیں جو اُن کے ملکوں کی جڑی بوٹیوں سے بنائی جاسکتی ہیں یا جو آسانی سے اُن کے قبضہ میں آسکتی ہیں تاکہ اُن کا تجارتی نفع انہیں کو ملے۔ اب پاکستان ایک آزاد ملک ہے اور اس کے لئے موقع ہے کہ اپنی نباتی دولت سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اُٹھائے۔ اگر ایک محکمہ بنا دیا جائے جو جڑی بوٹیوں کے الکلائیڈز اور دوسرے کیمیاوی اجزاء دریافت کرے تو تھوڑے ہی عرصہ میں بیسیوں کئی دوائیں پاکستان میں ایجاد ہوجائیں گی جو دنیا کی ساری منڈیوں میں اچھی قیمت پر بِک سکیں گی۔ حکیم اجمل خاں صاحب

مرحوم کو اس کا خیال آیا تھا اور انہوں نے طبیہ کالج دہلی کے ساتھ ایک چھوٹی سے لیبارٹری اس کام کے لئے مقرر کر دی تھی۔ مشہور ہندوستانی سائنسدان چوہدری صدیق الزمان صاحب اس کے انچارج مقرر کئے گئے تھے اور انہوں نے بنگال کی مشہور بوٹی چھوٹی چندن پر تجربات کر کے اس کا الکلائیڈ معلوم کر لیا تھا مگر ہندوستانی روایتی پھوٹ کا شکار محکمہ ہو گیا۔ چوہدری صدیق الزمان صاحب کو حکومت ہند میں ایک اچھی جگہ مل گئی اور ان کے جانے کے ساتھ ہی یہ محکمہ بھی ختم ہو گیا۔ اب چوہدری صدیق الزمان صاحب حکومت پاکستان میں آ گئے ہیں اُن کے مشورہ سے یا اُن کی نگرانی میں اس قسم کا محکمہ پھر کھولا جا سکتا ہے۔ شاید ایک لاکھ یا ڈیڑھ لاکھ روپیہ سالانہ کے خرچ سے ابتدائی لیبارٹری قائم کی جا سکتی ہے اور پھر آہستہ آہستہ اُس سے لاکھوں بلکہ کروڑوں روپیہ کا نفع حاصل ہونے کی امید پیدا ہو سکتی ہے۔ بعض جڑی بوٹیاں طبی طور پر اتنی مفید ہیں کہ انگریزی دوائیں اُن کا مقابلہ نہیں کر سکتیں مگر مشکل یہ ہے کہ اُن کے استعمال کا طریق ایسا ہے کہ آجکل کے نزاکت پسند لوگ اس کی برداشت نہیں کر سکتے۔ اگر الکلائیڈز اور دوسرے فعال اجزاء نکال لئے جائیں یا ایکسٹریٹ بنائے جائیں تو یقیناً نہ صرف طب میں ایک مفید اضافہ ہوگا بلکہ پاکستان کی دولت میں بھی ایک عظیم اضافہ ہوگا۔ اَدویہ کے علاوہ جڑی بوٹیوں میں بعض اور کیمیاوی اجزاء بھی ہیں جو مختلف صنعتوں میں بڑا کام آ سکتے ہیں چنانچہ بہت سی بوٹیوں کے نغدوں[۳] سے کشتے بنائے جاتے ہیں آخر اُن کے اندر ایسے اجزاء ہیں جو کہ دھاتوں کو تحلیل کرنے کی طاقت رکھتے ہیں اگر ان کو الگ کر لیا جائے تو نہ صرف کشتے بنانے آسان ہو جائیں گے بلکہ اور کئی قسم کی صنعتیں جاری کرنے کا امکان پیدا ہو جائے گا۔

(الفضل لاہور ۹ ردسمبر ۱۹۴۷ء)

---

۱ حزقی ایل باب ۴۔ آیت ۱۲۔ برٹش اینڈ فارن بائبل سوسائٹی لاہور ۱۹۴۳ء

۲ دساور: (۱) غیر ملک یا غیر ممالک۔ (۲) غیر ملک کی منڈی۔ (۳) سوداگری کا مال جو غیر ملک سے آئے۔ (۴) وہ جگہ جہاں ہر ایک چیز فروخت کے لئے جمع کریں۔

۳ نغدوں: